OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com
DOI: https://doi.org/10.53575/u3.v6.02(22)19-26

عبداللہ حسین کے ناول___ایک تجزیہ

Novels of Abdullah Hussain—An Analysis

KAUSAR PARVEEN
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.

DR. SADAF NAQVI
Assistant Professor/Chairperson, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.

Received on: 05-04-2022 Accepted on: 20-06-2022

Abstract

"Urdu novel has very important in a literature. It has its own historical perspectives. Abdullah Hussain was renowned fiction writer in Urdu. He is considered trend and written style setter in Urdu novel writers. In this essay his new and unique written style of modern Urdu is being discussed in the perspective of modern fiction. It is also analysed the role of Abdullah Hussain to create a new, modern and mix Urdu in novels. Abdullah Hussain's Novel have a big complex, weave of many strands, have a violent viability, like a stunning discharge of energy, deriving most of its kinetic pressure of love, which assumes, as the narrative progresses, the proportion of an auto-da-fe."

Keywords: Fiction, Trend, Urdu Literature, Renowned Analysed, Perspective.

عبداللہ حسین کی انسان دوستی، حبّ الوطنی، اپنی تہذیب سے محبت بدلتے کلچر اور تیزی سے تبدیل ہوتی روایات کا نوحہ اُن کے اسلوب کی ترتیب وتدوین اور اُس کی منفرد شناخت قائم کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

ان کا ناول اُداس نسلیں اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ یہ تین نسلیں گزرنے کے بعد آج بھی اسی طرح پسند کیا جارہا ہے جیسے آج ہی لکھا گیا ہو۔ یہ عبداللہ حسین کے اسلوب کا کمال ہے کہ یہ ادبی کاوش تین نسلوں کو عبور کر کے اُسی طرح تازہ، زندہ اور معیاری ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

"اسلوب کوئی نیا لفظ نہیں ہے مغربی تنقید میں یہ لفظ صدیوں سے رائج ہے۔ اُردو میں اسلوب کا تصور نسبتاً بنا ہے۔ تاہم زبان و بیاں، اندازِ بیاں، طرزِ تحریر لہجہ، رنگِ سخن وغیرہ اصطلاحیں اسلوب یا اُس سے ملتے جلتے معنی میں استعمال کی جاتی رہی ہیں۔ یعنی کسی بھی شاعر یا مصنف کے اندازِ بیان کے خصائص کیا ہیں یا کسی صنف یا ہیئت میں کس طرح کی زبان استعمال ہوتی ہے یا کسی عہد میں زبان کیسی تھی اور اس کے خصائص کیا تھے وغیرہ یہ سب اسلوب کے مباحث ہیں۔"(۱)

ہر اسلوب اپنے عہد کی ضرورتوں اور روزمرہ سے جُڑا ہوا ہوتا ہے اور اپنے اندر اُس عہد کی لسانی، فکری، تاریخی سطحوں اور حالتوں کو اپنے اندر جذب کرکے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ مصنف کے داخلی و خارجی حالاتِ زندگی، افتادِ طبع و مزاج ظاہری و داخلی حالات و واقعات اور خاص طور پر وہ عہد جس میں وہ سانس لے رہا ہوتا ہے یہ سب فنکار کے تخیل سے مل کر اُس کے اسلوب کو تشکیل دیتے ہیں اور نکھار کر منفرد پہچان کے ساتھ قاری کے سامنے لے کر آتے ہیں۔ اُردو نثر بھی مختلف ادوار میں مختلف اور ایک دوسرے سے متضاد اسلوبیاتی کروٹیں لیتی رہی ہیں۔

عبداللہ حسین کے فن پارے منظرِ عام پر آنے سے پہلے انتظار حسین اور قرۃ العین حیدر کا طوطی بولتا تھا۔

اُن کی زبان مُقفیٰ و مسجع نہیں ہے بلکہ سیدھی سادی اور رواں ہے۔ جو عام قاری کی فہم سے دور نہیں ہے قاری کو اُن کی کہانیوں کے کردار، موضوعات اپنے ارد گرد دکھائی دیتے ہیں عبداللہ حسین کی زبان سہل اور سادہ ہے اور پاکستان میں ضخیم ناول منظرِ عام پر لانے میں اُن کا نام اولین نمبر پر ہے لیکن طوالت اُن کی کہانی کو لمبی تقریر میں بدل کر پھیکا کر دیتی ہے۔ اُنہوں نے اپنے ناولوں میں 1913ء سے 1947ء تک کے ہندوستان کی سیاسی، تمدنی تاریخ اور تحریکات کو محفوظ کرنے اور منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی ہے لیکن اس سے اُداس نسلیں کی تحریر میں تازگی، اچھوتا پن اور توانائی کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

بقول ڈاکٹر ممتاز کلیانی:

"عبداللہ حسین نے روداد بندی اور کردار نگاری کے مقابلے میں واقعہ نگاری کو زیادہ اہمیت دی ہے اور یہ کوشش کی ہے کہ اس دور کا ہر سیاسی واقعہ کسی نہ کسی حیلے سے درج کر دیا جائے۔ اس لیے ان کی یہ کوشش افسانویت سے دور اور تاریخ نویسی سے زیادہ قریب ہو گئی ہے۔"[۲]

لیکن عبداللہ حسین کی تحریر کو جو چیز قاری کے دل کے قریب کرتی ہے وہ یہ اُن کے ناولوں میں برصغیر کے لوگوں کے قومی و انفرادی کردار کی بلندیاں، پستیاں، کوتاہیاں اور خوبیاں مشاہدے کی گہرائی، تجربے کی آنکھ اور فنی پختگی کے ساتھ نظر آتی ہے۔

اِن کے ناولوں میں عورت کا کردار مضبوط، اچھوتا بے باک اور نڈر ہے۔ اُداس نسلیں کی "عذرا" "باگھ" کی یاسمین، قید کی رضیہ اور "نادار لوگ" کی سکینہ ہمت اور جسارت کی پیکر نظر آتی ہیں۔ ان کے ہاں عورت کا غیر معمولی تصور نظر آتا ہے وہ عورت کے ایسے ذہنی معیارات اور ڈیمانڈ کو سامنے لاتے ہیں جو عام طور پر ہمارے معاشرے میں چھائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر شاہدہ دلاور شاہ کہتی ہیں:

"ان کے عورتوں کے تمام کردار سرپرائزنگ ہیں۔"[۳]

اُردو ادب میں عموماً عورت ہی ہیروئن ہوتی ہے چاہے وہ کسی بھی روپ اور کردار میں سامنے آئے لیکن عبداللہ حسین کے ہاں مرد خاص طور پر باپ کر کردار اُبھر کر ہیرو کے طور پر سامنے آتا ہے اور کئی جگہوں پر عبداللہ حسین جو تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے والد کی انگلی تھامے چلتے پھرتے ہوئے اپنی تحریروں میں نظر آتے ہیں۔

اُن کے والد اُن کا آئیڈیل تھے۔ وہ اپنے والد کی پانچویں اور آخری بیوی سے پیدا ہوئے۔ وہ چھ ماہ کے تھے جب والدہ وفات پا گئیں۔ سب سے

چھوٹا منتوں مرادوں سے مانگا ہوا بن ماں کا بچہ باپ کی خصوصی شفقت کا حقدار ٹھہرا۔اُن کی پیدائش کے وقت اُن کے والد کی عمر باون برس تھی۔

عبداللہ حسین اپنی ذات میں ایک نادیدہ خول میں بند رہتے تھے۔والد کی وفات نے اُن کو بے حد تنہا کر دیا۔جذباتی سطح پر وہ صرف والد صاحب کے قریب تھے۔بیٹے اور والد کی ایک دوسرے کے لیے اہمیت، محبت اور ضرورت اُن کے تمام فن پاروں میں نظر آتی ہے۔اُن کے والد انہیں کہتے تھے انگریزوں کی زبان سیکھو پڑھو ورنہ میلی نیکر پہن کر اسٹیشن پر چائے بیچتے پھرو گے۔ان کی اکثر تحریروں میں ایک راہ نما باپ موجود ہوتا ہے جو اپنے زندگی کے حاصلات اور تجربات بیٹے کو منتقل کرتا ہے۔ماں کا نہ ہونا اُن کی زندگی میں ہمیشہ دُکھ کی کسک اور کرب کی صورت میں موجود رہا ہے۔ جس نے اُن میں تخلیقی تحریک پیدا کی اُن کی تحریروں میں جو اُداسی، تنہائی، بے زاری، لاتعلقی، یاسیت اور غم زدگی ہے وہ سب اُن کے لاشعور میں چھپا ہوا ہے لیکن وہ خود کہتے ہیں کہ یہ میرا Temperament نہیں میں تو ایک خوش دل آدمی ہوں۔

اُن کی کہانیاں "ندی"، "سمندر" جلا وطن، پھول کا بدن دھوپ اور دونوں ناولٹ نشیب اور واپسی کا سفر ان سب کہانیوں میں باپ اور بیٹے کا مضبوط کردار سامنے آتا ہے اُن کے والد اُن کے لیے "Old wise man" کا درجہ رکھتے تھے۔

نقل مکانی بھی اُن کے مزاج کا حصہ ہے اور وہ کہتے ہیں کہ "مجھ میں تخیل کی کمی ہے میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں گھر بیٹے آرام دہ کرسی پر لیٹے لیٹے ایسی چیزوں کی مدد سے کہانی گھڑلوں جنہیں میں نے کبھی سونگا، چکھا، دیکھا یا چھوا نہ ہو۔"

ہجرت کا راستہ اختیار کرنے کے لیے لوکیل میں نئے تجربات سے کچھ مواد مزید لکھنے کے لیے حاصل کرتے ہیں۔

عرفان جاوید عبداللہ حسین سے بیچ لگژری ہوٹل کے کمرے میں اُن تک ایک باریک بین قاری اور ادیب کی رائے پہنچاتے ہوئے کہتے ہیں:

"اُن کی نثر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کھٹاک سے آکر لگتی ہے اور دل و دماغ پر جم جاتی ہے یہ سادہ، موثر اور کچھ حد تک مردانہ ہاتھوں سے لکھی گئی تا ملائم زبان ہے جب آپ نے لکھنا شروع کیا تو تب ریشمی زبان کا رواج تھا۔"(۴)

لیکن وہ خود یہ تبصرہ سُن کر کہتے ہیں کہ میں اپنے ذہن میں کہانی کی ایک مکمل تصویر بناتا ہوں اور اُسے لفظوں میں کاغذ پر لکھ لیتا ہوں باقی یہ مردانہ اور ریشمی والی باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔

ایک ادبی محفل میں عبداللہ حسین کہتے ہیں:

"ابتداء میں نقاد میری زبان پر تنقید کیا کرتے تھے ناقدین کی نظر میں ماضی کی میری وہی خاصی اب میری خوبی بن چکی ہے۔وقت کے ساتھ دور ماضی کے اہم ادیبوں کی ثقیل اور پر شکوہ الفاظ والی رسمی زباں غیر معروف ہوگئی ہے۔آج لوگ ایسی ہی سادہ اور حقیقی زبان میں فکشن پڑھنا چاہتے ہیں۔"(۵)

عموماً خان صاحب روز مرہ بول چال میں پنجابی، رسمی گفت گو میں اُردو اور غصے کا اظہار انگریزی میں کرتے تھے کسانوں کی بے بسی، بے روز

گاری، کم اُجرت والے کھیت مزدور، انگریزوں کے اقتدار کو بچانے کے لیے جوانیاں جاں نثار کرنے والے برصغیر کے کڑیل جوان، بھٹوں پر نسل در نسل غلامی کرنے والے مزدور اور مرد کی جنسی خواہشات پوری کرتی بے زبان عورتیں۔ مردانہ راج کو للکارتی نڈر خواتین اُن کے قلم کے پسندیدہ موضوعات ٹھہرے بدلتے ہوئے پیداواری نظام اور سرمایہ دار کی سوچ کی عکاسی بھی خوبصورتی انداز میں کی ہے۔

اُداس نسلیں کی حد سے زیادہ مقبولیت سے عبداللہ حسین چڑتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے سائے کہ وجہ سے اُن کی باقی تحریریں ٹھٹھر کر رہ گئی ہیں اور پنپ نہیں سکتی۔اُداس نسلیں کی چکا چوند روشنی کی وجہ سے باقی ناول مثلاً"باگھ"، جس کا پلاٹ زیادہ مضبوط ہے ماند پڑ گیا ہے۔

انہوں نے "باگھ" میں اُس پر سراریت کو برقرار رکھا ہے جو "اُداس نسلیں" کی بنیاد ہے۔"باگھ" ایک کردار ہے جو برصغیر میں چیتے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ وہ آزاد جموں و کشمیر کے پہاڑوں میں دھاڑتا ہے تو اس کی گونج دار آواز کی گھن گرج سُن کر دل دہل جاتے ہیں خوف سے کانپنے لگتے ہیں لیکن وہ دکھائی نہیں دیتا وہ اسرار کی دُھند میں لپٹا ہوا ایک معما ہے۔

خالد محمود خان "باگھ" (عبداللہ حسین کا بند استعارہ) میں کہتے ہیں:

"باگھ" لفظ لفظ، سطر سطر اور صفحہ صفحہ از خود کھلتا بھی ہے اور سمٹتا بھی ہے۔ منکشف بھی ہوتا ہے اور غائب بھی بالکل باگھ کی طرح اُسی کی طرح پر سرار اور دہشت ناک، وہ خود ہو نہ ہو اُس کی دہشت ہر جگہ۔"(۶)

اُن کے قلم کی چابکدستی "قید" میں عروج پر نظر آتی ہے۔ 511 صفحات پر مشتمل مذکور ناول میں انسانی رویوں کا جائزہ مکمل جزئیات کے ساتھ لیتے ہیں کہانی میں سفاک حقیقت اپنی سفاکی کے ساتھ ہر سطر میں نظر آتی ہے۔ خیر و شر کے مقابلے کو فنکارانہ اسلوب سے گوندھا گیا ہے۔ مظلوم، نڈر بے رحم اور بے باک "رضیہ" جیسا کردار اردو ادب میں کم نظر آتا ہے۔

"فریب" کے کردار بھی اپنی بنت اور ہیئت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ عبداللہ حسین نے مخلوط معاشرے میں آنکھ کھولی۔ جس میں مسلم کے علاوہ ہندو، سکھ، پارسی وغیرہ شامل تھے۔ جس کے باعث آپ کو زندگی کا گہرائی اور گہرائی سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا آپ نے تاریخی عصری شعور کے حوالے سے اپنے ناولوں میں زندہ استعاروں اور روشن علامتوں کے ذریعے برصغیر کی تاریخ کو مستند دستاویز کی شکل میں پیش کیا۔ ان کی تحریروں میں عصری شعور کی جھلکیاں جابجا نظر آتی ہیں:

"اس کی تھیلیوں والی آنکھیں اور راکھ کے رنگ کا مرجھایا ہوا چہرہ ایک ایسے شخص کا چہرہ تھا جو وقت سے پہلے بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کے سر پر برف کی طرح سفید گھنے بال تھے جو اس کے چہرے پر خاص قسم کی حد تک پریشان کن اثرات پیدا کر رہے تھے اس کا جسم مدقوق تھا اور ماتھے گردن اور بازوؤں پر میلے نیلے رنگ کی رگیں اُبھرتی رہتی تھیں۔"(۷)

عبداللہ حسین نے عصری شعور سے ہم آہنگ ہو کر اُردو ادب کی ایک نئی تاریخ رقم کی کسی بھی زبان کا سائنسی مطالعہ لسانیات کہلاتا ہے زبان کی ماہیت کے شعور کو لسانیات نے عام کیا اس کی مدد سے کسی زبان کے قواعد اور اس میں موجود دوسری زبانوں کے الفاظ و تراکیب کو سمجھنا اور پرکھنا آسان ہو گیا ہے۔ لسانیات کی نوعیت تجربی سائنس جیسی ہے۔ یہ شعبہ گم بین العلومی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ لسانیات کے جدید ترین

مطالعہ میں فلسفہ، نفسیات ریاضی، طبیعات، موسیقی، سماجیات علم الاعصابیات، حیاتیات، عرضیکہ سماجی علوم ہر پہلو شامل ہے۔ لسانیات سے ہوتے ہوئے ہم اسلوب کی طرف آتے ہیں اگرچہ اُردو میں اسلوب کا تصور نسبتاً نیا ہے لیکن یہ مروج اور مستعمل پہلے سے ہے۔

سید عابد علی عابد نے اپنی تصنیف اسلوب میں اَدبی اسلوب کی صفات کو وضاحت میں آسانی پیدا کرنے کے لیے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرزِ نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے ممیز ہو جاتا ہے۔''(۸)

اسلوب کا معروضی اور سائنسی مطالعہ اُسلوبیات کہلاتا ہے یعنی ادبی متن میں موجود مخصوص زبان کا مطالعہ اسلوبیات کہلاتا ہے۔ روبینہ شاہین نے اسلوب، لسانیات اور اسلوبیاتی تنقید کو ایک تکون کے تین کونے قرار دیا ہے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

کسی بھی مصنف کے اسلوب کے ذریعے اُس کی نفسیاتی کیفیت اور تہذیبی محرکات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد خان کہتے ہیں:

''ادبی زبان فکری ترسیل کا نام ہے جس کے ایک طرف خلیق کار اور دوسری طرف قاری یا سامع ہوتا ہے۔ اسی زبان کے ذریعے ایک شاعر اپنی ذات، قاری، تخلیق اور حقیقی دُنیا کے درمیان رشتہ قائم کرتا ہے۔ ادب کی زبان کے کئی پہلو ہو سکتے ہیں کبھی وہ علامتی ہو جاتی ہے تو کبھی ترسیلی اور کبھی حوالہ جاتی یا جمالیاتی، اسلوبیات اپنے مطالعے کے وقت ادبی زبان کے نہ صرف ان پہلوؤں پر توجہ دیتی ہے بلکہ اس میں پوشیدہ جمالیاتی خصوصیات کا بھی جائزہ لیتی ہے۔''(۹)

کوئی بھی تنقید ادبی متن کے تمام پہلوؤں کا جائزہ کلی طور پر نہیں لے سکتی بلکہ یہ جزوی طور پر طے شدہ حدود کے اندر ہی ممکن ہے۔

ڈاکٹر عامر سہیل لکھتے ہیں:

''امتزاجی تنقید کے پاس بھی ایسا کوئی جامع حربہ نہیں ہے جس کو کام میں لا کر وہ ادبی متن کے ہمہ پہلوؤں کو منکشف کر سکے۔ اسلوبیاتی تنقید بھی اسی روایت کا حصہ ہے اور اپنے مطالعات میں متن کے صرف انہی زاویوں کی توضیح کرتی ہے جس کا تعلق اسلوب اور اُس کے لسانی متعلقات کے ساتھ ہے۔''(۱۰)

ان کا انداز اور طرزِ نگارش اُردو کے مروجہ اسلوب سے الگ راستہ بناتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کی تحریروں کے مزاج کی بات کی جائے تو کرداروں کی تنہائی، ناسٹلجیا اور بے کلی نمایاں ہے۔ ڈاکٹر بشیر احمد قادری نے عبداللہ حسین کا انٹرویو کیا تھا۔ جو انہوں نے ''عبداللہ حسین'' کے نام سے ''انگارے'' میں چھپوایا۔

اس میں ڈاکٹر صاحب عبداللہ حسین کو Towering Personality قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''غیر معیاری تحریریں مصنف کے منظر عام سے ہٹتے ہی غائب ہو جاتی ہیں ایک بار پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھنے کو جی نہیں چاہتا مگر عبداللہ حسین کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے وہ بلاشبہ اُردو ادب کی ''Towering Personality'' ہیں۔''(۱۱)

تاریخی عصری شعور کے ساتھ انہوں نے ناول کی تکنیک کو نئے جہات سے متعارف کروایا ہے زبان و بیان کا قرینہ بالکل سادہ اور عام فہم ہے۔

نئے آہنگ اور نئے زاویے سے ندرت آفرینی کی خوبصورت مثالیں سامنے آتی ہیں نئی حرفی اور معنیاتی بندشوں کے ساتھ نیا صوتی اور لسانی ڈھانچہ سامنے آتا ہے ہائیہ مخلوط آوازیں ان کے ناولوں کو اپنی گرفت میں لیے ہوتی ہیں۔

زبان کے حوالے سے کہتے ہیں کہ مجھے روایتی طرز کی اُردو نہیں آتی تھی۔ چنانچہ میں نے انگریزی اور پنجابی کو مکس کر کے نئی اردو بنالی لوگوں نے اس نئی طرز کو پسند کیا۔

جن دنوں عبداللہ حسین منظر عام پر آئے تب انگریزی زبان کے الفاظ کو انگریزی میں لکھنا یا انگریزی زبان کے الفاظ کو اُردو میں تحریر کرنے کا رُجحان عام تھا مرکب الفاظ اور تراکیب کے ساتھ منفرد الفاظ کا استعمال بھی بکثرت ملتا ہے۔ انہوں نے بھی یہی طرز اپنائی مگر اس کے ساتھ ساتھ علامات، سنسکرت اور پنجابی الفاظ کا استعمال، استعارے، تشبیہات کے تڑکے کے ساتھ مختلف مذاہب کی رنگا رنگی، انقلابی تحریکات کا عروج و زوال، جاگیر داروں کی ریشہ دوانیاں اور نوآبادیاتی نظام کی تباہ کاریوں کے جلوے قاری کے سامنے رکھے۔

پنجابی الفاظ کا بکثرت استعمال اُن کے ہاں ملتا ہے مثلاً لنڈا بیل، بوڑی بھینس، دھونی، کھنگھراہنٹ بلم، ہتھی، ممٹی، ڈکرائی وغیرہ۔

پنجابی زبان کی مثال ملاحظہ فرمائیے:

کوچوان اپنی گرفتاری کے حوالے سے اپنے گھوڑے کو منہ دے کر اصل میں سرکار کو نشانہ بناتے ہوئے کہتا ہے:

"پتر وگ جس طرح ھٹل وگ گیاے۔"(۱۲)

"توبنا سر چڑے نہیں رہ سکتی۔"(۱۳)

"دارو پیوگے۔"(۱۴)

"تیری ماں بوڑی میں نے مڈی سے خریدی تھی پوس میں۔ تیری بھینس بوڑی تھی؟"(۱۵)

انگریزی الفاظ کا چلن بھی عام ہے یونٹ، ہوسٹل ورکشاپ، یونٹ، سنٹر، ٹریڈ یونین Exercises پریڈ Lesindians جیسے الفاظ اُردو میں ضم ہو چکے تھے۔

سلینگ الفاظ کی کثرت کو عبداللہ حسین کی نثر کا نقص قرار دیا جاتا ہے۔ ان کا استعمال بہت عام ہے۔ جو پڑھنے والے کو ناگوار بھی گزرتا ہے مثلاً حرامزادوں، کتیا کی اولاد، او کبڑے بڈھے، لونڈیا، مہندر رو وغیرہ۔

سوالیہ انداز اپنانے کے ساتھ فجائیہ کیفیات کا تاثر بھی پایا جاتا ہے۔ تحسین، انبساط، ندا، تاسف، قسم، تنبیہ کی امثلہ بھی نظر آتی ہیں۔ حروف جار کا استعمال معنوی ربط کی تکمیل کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا ہے تخلیقی نثر میں حروف جار کے ذریعے عبداللہ حسین نے معنوی امکانات کو وسعت دی ہے۔ نوع غند کو اکثر جمع بنانے کے لیے استعمال کیا ہے فن شاعری کی اصطلاح تجنیس کی مثالیں بھی نظر آتی ہیں۔ اسم جامد کا استعمال عبارت کی خوبصورتی کو بڑھانے کے لیے کیا گیا ہے نثر کے تخلیقی متون میں معانی کے سلسلے کو دراز کرنے کے لیے اشتقاقات اور افعال کی مدد لی گئی ہے۔

اسم علم کی اقسام مثلاً خطاب، لقب، کنیت عرف وغیرہ کی مثالیں سامنے آتی ہیں حیوانی حوالوں چڑی جتنی جان، چٹکی ایسے کاٹتی ہو جیسے چوہے کا دانت، بلی کی طرح گھرر گھرر اسم ظرف مکان اور اسم ظرف زماں کا خوبصورت اطلاق نظر آتا ہے۔

حب الوطنی ایک جملے میں کیسے سمٹ کر سامنے آتی ہے۔

"جلاوطن اپنے قبیلے کی کشش سے کبھی چھٹکارا نہیں پاسکتا چاہے وہ اپنے قبیلے سے مایوس ہی کیوں نہ ہو چکا ہو۔"(۱۶)

زراعت کے پیشے سے متعلق اور پیشہ وارانہ مہارت کے ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جس کو ایک زمیندار ہی اپنے تجربے کے بعد بیان کر سکتا ہے۔

"دیکھو یہ ہل پھیرنے سے مختلف ہوتا ہے اس میں تم ہتھی پر بوجھ نہیں ڈالو گے صرف نالی کو زمین پر ڈبوئے رکھنا ہے ہوں؟ لو کر لو اور بیج نالی میں ڈالے جاؤ اسے تل بیائی کہتے ہیں۔ اس نے نالی نعیم کے حوالے کی بیج کی جھولی اس کی پشت پر کس کے باندھی۔ تیسرے چکر پر وہ کھیت سے باہر نکل آیا۔ اور ککر کے نیچے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔"(۱۷)

لسانی انحراف یا فور گراؤنڈ نگ کا تصور بھی عبداللہ حسین کے ہاں خوبصورت رنگ لیے نظر آتا ہے۔ ان سب مہارتوں کے کامیاب استعمال سے عبداللہ حسین ایک ایسا منفرد اسلوب تشکیل دینے میں مدد کرتے ہیں جس کو زمانے کی گرد مٹا نہیں سکتی اور آج بھی اُن کے ادب پارے پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے گویا یہ بھی میرے دل میں ہے ان کے اندازِ نگارش میں رمز و علامت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ علامتی رنگ اور پُر اسراریت کے علاوہ ان کے ناولوں میں استدلال توازن اور منطقی ربط کی مضبوط لکیر نظر آتی ہے اور انہوں نے ایسے حساس موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے جس سے عموماً لکھاری اجتناب کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، ادبی تنقید اور اُسلوبیات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2008ء، ص14

۲۔ ممتاز احمد کلیانی، ڈاکٹر، عبداللہ حسین کی ناول نگاری، انگارے، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2018ء، ص36

۳۔ شاہدہ دلور شاہ، ڈاکٹر، عبداللہ حسین کے ناولوں کا فکری و فنی جائزہ، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2018ء، ص424

۴۔ جاوید عرفان، باگھ، انگارے، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2018ء، ص427

5۔ بٹ، محمد عاصم، سوانح حیات، ادبیات، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2018ء، ص40

6۔ خان، خالد محمود، باگھ عبداللہ کا پندا استعارہ، انگارے، فیصل آباد: مثال پبلشرز، اپریل تا دسمبر 2018ء

7۔ عبداللہ حسین، نادار لوگ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2011ء، ص13

8۔ عابد علی عابد، سید، اسلوب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2011ء، ص38

9۔ نصیر احمد خاں، ڈاکٹر، ادبی اسلوبیات، اسلام آباد: پورب اکادمی، 2014ء، ص202

10۔ عامر سہیل، ڈاکٹر، جدید لسانیاتی اور اسلوبیاتی تصورات، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2021ء، ص48

11۔بشیر احمد قادری،ڈاکٹر،عبداللہ حسین،ادبیات،اسلام آباد:اکادمی ادبیات پاکستان،2018ء،ص21

۱۲۔عبداللہ حسین،جلاوطن،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۲ء،ص۱۷۸

۱۳۔عبداللہ حسین،اُداس نسلیں،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۸ء،ص۷۲

۱۴۔ایضاً

۱۵۔ایضاً

۱۶۔عبداللہ حسین،جلاوطن،ص۲۷

۱۷۔عبداللہ حسین،اُداس نسلیں،ص۵۸

References

1. Gopi Chand Narang, Dr., Adbi Tanqeed aur Aslobiyat, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2008, P.14
2. Mumtaz Ahmad Kalyani, Abdullah Hussain ki Novel Nigari, Angare, Faisalabad: Misaal Publishers, 2018, P.36
3. Shahida Dilaar, Dr., Abdullah Hussain Kay Novelon ka Fikri-o-Fanni Jaiza, Islamabad: Academy Adbiyat Pakistan, 2018, P.424
4. Javed Irfan, Bagh, Angare, Faisalabad: Misaal Publishers, 2018, P.427
5. Butt, Muhammad Asim, Swanih Hayat, Adbiyat, Islamabad: Academy Adbiyat Pakistan, 2018, P.40
6. Khan, Khalid Mahmood, Bagh Abdullah ka Pind Istarah, Angare, Faisalabad: Misaal Publishers, Apil – December 2018
7. Abdullah Hussain, Nadar Log, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2011, P.13
8. Abid Ali Abid, Syed, Asloob, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2011, P.38
9. Nasir Ahmad Khan, Dr., Adbi Aslobiyat, Islamabad: Porab Academy, 2014, P.202
10. Amir Suhail, Dr., Jadeed Lisaniyat aur Aslobiyati Tasawarat, Faisalabad: Misaal Publishers, 2021, P.48
11. Bashir Ahmad Qadri, Dr., Abdullah Hussain, Adbiyat, Islamabad: Academy Adbiyat Pakistan, 2018, P.21
12. Abdullah Hussain, Jala Watan, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1992, P.178
13. Abdullah Hussain, Udas Naslain, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2018, P.72
14. Ibid
15. Ibid
16. Abdullah Hussain, Jala Watan, P.27
17. Abdullah Hussain, Udas Naslain, P.58